www.KitaboSunnat.com

باب ۲

تحقیق وتنقید کا مفہوم اور دونوں کا باہمی تعلق

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۲

تحقیق وتنقید کا مفہوم اور دونوں کا باہمی تعلق

تحقیق کا مفہوم

الف۔ لغوی مفہوم

تحقیق عربی زبان کا لفظ ہے ،جو باب تفعیل سے مصدر ہے :حقَّقَ، یُحقِّقُ، تَحْقِیْقًا، مُحَقِّقٌ (تحقیق کرنے والا)، مُحقَّقٌ (تحقیق شدہ)۔ جب کہتے ہیں :"حقَّقَ فُلانٌ" تو اس کے معنی ہیں فلاں نے تحقیق کی یعنی ''اصیت کو معلوم کیا ، دریافت کیا، کھوج لگایا، تفتیش کی، حقیقت کو ثابت کیا،،(۱)۔

ب۔ اصطلاحی مفہوم

اصطلاح میں تحقیق کے معنی ہیں کسی تعلیمی مسئلہ (موضوع) کے بارے میں ایسے اسلوب سے کھوج لگانا کہ اس کی اصلی شکل،خواہ معلوم ہو یا غیر معلوم ،اس طرح نمایاں ہو جائے کہ کسی قسم کا ابہام نہ رہے ۔فن تحقیق کے ماہرین نے تحقیق کے اصطلاحی مفہوم کو اپنے اپنے ذوق واسالیب میں بیان کیا ہے ، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے ہاں تحقیق کس چیز کا نام ہے ۔ ذیل میں اس سلسلہ کی چند ایک جامع تعریفیں ذکر کی جاتی ہیں :

۱۔ رسک (Rusk):تحقیق کیا ہے؟ ایک نقطہ نظر، اور تفتیش کا انداز یا ذہن کا ایک طریق کار۔ یہ وہ سوالات اٹھاتی ہے جو ابھی تک اٹھائے نہ گئے ہوں، اور ایک خاص متعین طریق کار کے ساتھ ان کا جواب دینے کی کوشش کرتی ہے۔ یہ صرف نظریہ سازی نہیں بلکہ ایک کوشش ہے حقائق کے استخراج کی، اور جب وہ یکجا کر لیے گئے ہوں تو مجتمع شکل میں ان کا سامنا کرنے کی ۔

۲۔ اسمتھ (Smith):تحقیق شامل ہے محتاط اور ناقدانہ تلاش وتفتیش اور جانچ پرکھ کو، جو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حقائق یا اصولوں کی تلاش میں کی جائے، نیز محنت اور تسلسل کے ساتھ کی ہوئی کھوج کو، جو سچائی کو پا لینے کی تلاش میں کی جائے۔

۳۔ **وہٹنے (Whitney)**: تحقیق سوچ بچار کا ایک منظم اور شستہ طریق کار ہے جو مخصوص آلات یا طریق عمل سے کام لے کر کسی مسئلے کا ایسا مناسب حل نکالتی ہے جو معمولی ذریعوں سے حاصل نہ ہو پاتا۔ یہ کسی مسئلے سے آغاز کرتی ہے، حقائق جمع کرتی ہے، ناقدانہ طور پر ان کا تجزیہ کرتی ہے اور اصل شہادت کی بنیاد پر فیصلوں تک پہنچتی ہے۔ یہ شامل ہے اصل کام کو، بجائے اس کے کہ محض شخصی رائے کا بوجھ ڈالا جائے۔ یہ جاننے کی حقیقی خواہش سے پھوٹتی ہے نہ کہ ثابت کر ڈالنے کی خواہش سے۔ تحقیق ایمانداری، جامعیت، اور ذہانت کے ساتھ کی جانے والی کھوج ہے جو حقائق کے لیے، اور کسی پیش نظر مسئلے کے حوالے سے، ان حقائق کے مفاہیم ومعانی یا اثر انداز ہونے والے نتائج کے لیے کی جاتی ہے۔ کسی تحقیقی کام کے نتائج کو اس مطالعاتی میدان میں مستند، قابل توثیق اضافہ ہونا چاہیے۔

۴۔ **گڈ اور اسکیٹس (Good & Scates)**: تحقیق شامل ہے مسئلے کے تعین میں قابل لحاظ حد تک احتیاط کو، اور مسئلے کا حل تلاش کرنے کے لیے بہترین طریقوں کے طے کرنے کو۔ اور اس میں ہمیشہ ندرت یا نئے پن کا ایک عنصر ہوتا ہے۔

۵۔ **کرافورڈ (Crawford)**: تحقیق کی تعریف اس طرح کی جا سکتی ہے کہ یہ ایسے مسائل کے مطالعے کا ایک طریقہ ہے جن کے حلوں کا استخراج، جزوی طور پر یا کلی طور پر، حقائق سے کیا جاتا ہو۔

۶۔ **پال (Paul)**: تحقیق کیا ہے؟ غیر منکشف حقائق کی ایک منظم ومربوط تلاش ہے۔ ایک انداز کار جس کے ذریعے لوگ مسائل کی گتھیاں سلجھاتے ہیں اور کوشاں رہتے ہیں کہ انسانی جہل وناواقفیت کی سرحدیں پیچھے دھکیل دیں (۲)۔

۷۔ **ڈاکٹر تلک سنگھ لکھتے ہیں**: ''تحقیق علم کا وہ شعبہ ہے جس میں منظم لائحہ عمل کے تحت سائنسی اسلوب میں نامعلوم و نا موجود حقائق کی کھوج اور معلوم وموجود حقائق کی نئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ علم کے علاقے کی توسیع ہوتی ہے''(۳)۔

۸۔ **ڈاکٹر گیان چند متعدد تعریفات بیان کرنے کے بعد استنباطاً لکھتے ہیں:** ''گویا ریسرچ (تحقیق) ایک حقیقت پنہاں یا حقیقت مبہم کو افشا کرنے کا با ضابطہ عمل ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں: اور اسی تعریف سے تحقیق کا مقصد بھی صاف ہو جاتا ہے۔'' نامعلوم یا کم معلوم کو جاننا، یعنی جو حقائق ہماری نظروں کے سامنے نہیں ہیں انھیں کھوجنا، جو سامنے تو ہیں لیکن دھندلے ہیں، ان کی دھند دور کر کے انھیں آئینہ کر دینا''(۴)۔

۹۔ **ڈاکٹر نجم الاسلام کہتے ہیں:** '' . . . تحقیق ایک انداز فکر کے اثر سے پروان چڑھتی ہے جو ہمیں چیز کی حقیقت وحکمت جاننے کی طرف مائل کرتا ہے اور بیانات یا امور کی اصلیت کا کھوج لگانے پر آمادہ کرتا ہے۔ یہی علم کا منبع ہے۔ یہی اس کی توسیع یا اضافے کا وسیلہ ہے''(۵)۔

۱۰۔ **ڈاکٹر احسان اللہ کہتے ہیں:** '' یہ (یعنی تحقیق) سائنسی طریق کار کو اپناتے ہوئے تعلیمی مسائل کے حل تلاش کرنے کا ذریعہ ہے اور خاص طور پر یہ کہ تعلیمی تحقیق ایک باضابطہ، تعقلی اور تجربی طریقہ تفتیش ہے جس کے ذریعہ تعلیم کے مسائل کو حل کرنے اور اس میں نئے علوم اور طریقوں کو شامل کرنے کی ارادۃً کوشش کی جاتی ہے تا کہ جستجو اور تجسس کا مقصد پورا ہو جائے''(۶)۔

تنقید کا مفہوم

الف۔ لغوی مفہوم

تنقید عربی زبان کے لفظ'' نقد '' سے ماخذ ہے۔ اردو لغت میں'' تنقید'' کے معنی ہیں: ''جانچ، پرکھ اور تمیز۔ ایسی جانچ جو اچھے برے اور کھرے کھوٹے میں تمیز کرے''(۶-الف)۔

ب۔ اصطلاحی مفہوم

اصطلاح میں تنقید کا مفہوم یہ ہے کہ کسی تعلیمی یا علمی مسئلہ (موضوع) کی اصلی شکل وصورت (مواد) جو پہلے محقق کی تحقیق کے ذریعہ سے سامنے آتی ہے اس میں یہی پہلا محقق یا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی دوسرا محقق ایسے انداز سے غور وفکر اور جانچ پرکھ کرے کہ اس (مواد) کے قوی وضعیف پہلو، یا اس کی خوبیاں وخامیاں اس طرح نمایاں ہو جائیں کہ قاری یہ اقرار کیے بغیر نہ رہ سکے کہ واقعی موجود مواد فلٹر کر کے پیش کیا گیا ہے، اور یہ اس کی خوبیاں ہیں اور یہ خامیاں۔ ذیل میں چند اصطلاحی تعریفات نقل کی جاتی ہیں جن سے تنقید کا مفہوم مزید واضح ہو جائے گا:

۱۔ **ڈاکٹر سید عبداللہ کہتے ہیں**: ''کسی موجود مواد کی خوبی یا برائی، حسن وقبح اور جمال وبدصورتی کے متعلق چھان بین کرنا اور اس پر فیصلہ دینا نقاد کا کام ہے''(۷)۔

۲۔ **پروفیسر رشید امجد کہتے ہیں**: ''تنقید سیدھے سادھے معنوں میں کسی ادب پارے کی خوبیوں اور کمزوریوں کا مطالعہ ہے۔وسیع تر معنوں میں چند اصول قائم کرنا اور ان اصولوں کو تنقید میں استعمال کرنا ہے۔گویا اس میں کچھ نہ کچھ فلسفہ بھی داخل ہوجاتا ہے کیونکہ اصول بندی فلسفیانہ عمل ہے''(۸)۔

۳۔ **پروفیسر ڈاکٹر نگیندر**: ''الوچنا (تنقید) کے لفظی معنی ہیں ہمہ گیر مشاہدہ۔ادب میں تنقید کا مطلب ہے کسی ادبی تخلیق [پیدائش طبع زادہ فن پارہ] کا ہمہ گیر جائزہ'' (۹)۔

مختصر یہ کہ ''... تحقیق ایک محتاط، سرگرم جستجو اور مسلسل کاوش اظہار ہے، جس میں مروجہ حقیقتوں کی تصدیق، نئی حقیقتوں کی تلاش اور سچائی کی کھوج مضمر ہے، جس کے منطقی نتائج تمام علوم کے لیے مفید ثابت ہوتے ہیں۔ اس سے علم وفن کی نئی راہیں دریافت ہوتی ہیں، نئی حقیقتیں ابھرتی ہیں اور نئے انکشافات جنم لیتے ہیں۔ ان نئی دریافتوں، نئے حقائق اور نئے انکشافات کی روشنی میں مروجہ نتائج یا نظریات پر نظر ثانی کی جاتی ہے۔ بایں ہمہ انسان ہر امر کا ثبوت چاہتا ہے، تحقیق یہ ثبوت مہیا کرتی ہے۔ اس کی ابتدا کسی مسئلے یا موضوع سے ہوتی ہے؛ پھر حقائق کی کھوج کا عمل شروع ہوتا ہے اور مواد جمع کیا جاتا ہے۔ مواد کو تنقیدی تجزیے کی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے اور شہادت کی بنیاد پر نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے، کیونکہ حقائق کی ضروری تصدیق اور دریافت کے بغیر تنقیدی یا فنی تاثر ممکن نہیں'' (۹۔الف)۔

تحقیق وتنقید کا باہمی تعلق

اس سے قبل کہ ان دونوں کے باہمی تعلق کو بیان کیا جائے مناسب ہے کہ ''تخلیق'' سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے ربط کو بیان کیا جائے تا کہ معلوم ہو جائے کہ ان دونوں کے لیے پہلے سے موجود تخلیقی مواد کی کس قدر اہمیت ہے ۔

تحقیق وتنقید اور تخلیق میں ربط

حقیقت یہ ہے کہ تحقیق وتنقید کا دارومدار ہی تخلیق پر ہے یعنی اصل چیز تخلیق ہے ۔اس کے بغیر دونوں کا وجود میں آنا محال ہوتا ہے ،مگر صلاحیت کا اعتبار کرتے ہوئے دیکھا جائے تو تنقیدی صلاحیت تخلیق سے قبل بھی اور ساتھ ساتھ بھی وجود اختیار کرتی ہے ، چنانچہ ایلیٹ نے اپنے مضمون"The Function of Criticism" ''میں تخلیقی وتنقید ی صلاحیت کے تعلق کو یوں بیان کیا ہے :

> ''شاید درحقیقت ایک مصنف کی اپنی تصنیف کے سلسلے میں محنت شاقہ کا بڑا حصہ تنقیدی محنت کا ہوتا ہے یعنی چھاننے ، جوڑنے ،تعمیر کرنے، خارج کرنے ،صحیح کرنے ، جانچنے کی محنت ۔یہ اذیت ناک محنت جتنی تنقیدی ہوتی ہے اتنی ہی تخلیقی ہوتی ہے''(۱۰)۔

جب کوئی تخلیق وجود میں آجاتی ہے تو اسے دیکھ پرکھ کر اقداری پیمانے اور راہ نما اصول بنائے جاتے ہیں۔ اس کے بعد جب فنکار کی جانب سے کوئی اور تخلیق وجود میں آتی ہے تو نقادوں کے بنائے ہوئے اصولوں کی بنیاد پر وہ اپنی تخلیق میں مزید بہتری پیدا کرتا ہے ۔ یہاں ضروری نہیں ہے کہ وہ نقادوں کے وضع کردہ معیاروں و اصولوں کی مکمل طور پر پابندی کرے ۔ ممکن ہے کہ وہ ان سے آگے نکل جائے اورنئے نئے تجارب کرے،نئے نئے پیمانے دیتا چلا جائے ۔ اگر ایسا ہی ہو تو یہ فنکار تخلیق کار ہو گا پھر تخلیق کار سے نقاد بن جائے گا ۔لیکن اس کی تنقید اور نقاد کی تنقید میں یہ فرق ہو گا کہ :تخلیق کار کی تنقید اس کے ذہن میں مخفی رہتی ہے جبکہ نقاد کے تنقیدی پیمانے ظاہر ہوتے ہیں ۔ اس طرح ان دونوں کے عمل سے بعد والے تخلیق کار اور قاری استفادہ کرتے ہیں اور راہ نمائی حاصل کرتے ہیں (۱۱)۔

یہ ہے تنقید اور تخلیق کا آپس میں تعلق مگر جہاں تک تحقیق اور تنقید کے باہمی ربط کا معاملہ ہے تو اس میں دو طرح کے رجحان پائے جاتے ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلا رجحان

اس پہلے رجحان کے مطابق تحقیق و تنقید ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہیں یعنی جہاں تحقیق ہے وہاں تنقید ہے اور جہاں تنقید ہے وہاں تحقیق ہے ۔یہ اکثریت کا رجحان ہے۔ ذیل میں اس کے نمائندوں کی چند مثالیں دلیلاً بیان کی جاتی ہیں :

1۔ **بیٹ سن (Bateson) کہتا ہے :**

الف۔ ''ادبی تنقید اور ادبی اسکالرشپ (تحقیقی علم وفضل) کو ایک دوسرے کی ضد سمجھنا غلط ہے ۔دونوں ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں۔

ب۔ اگر کوئی نقاد محض صحافی یا مبصر ہونے پر قانع نہ ہو تو اسے ساتھ ہی ساتھ محقق بھی بننا پڑے گا ۔۔۔محقق سے تنقیدی غلطی ہو سکتی ہے۔۔۔۔ خالص محقق ہونا بھی اسی طرح محدود ہو جاتا ہے جس طرح خالص نقاد ہونا''(۱۲)۔

2۔ **رچرڈ ایلک:**''محقق اور نقاد دونوں سچائی کی دریافت میں لگے ہوتے ہیں ۔ نقاد کو زیادہ تر تخلیق سے تعلق رہتا ہے ۔محقق کو اس کے وجود میں آنے اور اس کے بعد کی تاریخ سے محقق جو حقائق اکٹھے کرتا ہے ، ان سے سب سے زیادہ فائدہ نقاد کو ہوتا ہے۔۔۔۔محقق ان حقائق پر توجہ مرکوز کرتا ہے، جن سے تفہیم ادب میں مدد ملے ۔تحقیق وتنقید الگ نہیں ۔ دونوں ادبی متن کا مطالعہ کرتی ہیں ۔ دونوں تخلیق سے متعلق خارجی معلومات پر نظر رکھتی ہیں ۔ دونوں حقائق اور منطق کی قدر کرتی ہیں''(۱۳)۔

3۔ **کناڈا کے مشہور نقاد جارج وھیلے :**''کوئی سچا محقق تنقیدی مہارت کے بغیر کام نہیں چلا سکتا ۔ نقاد کو محقق ہوئے بغیر چارہ نہیں ورنہ تاثراتی نقاد یا عبارت آرا ہو کر رہ جائے گا۔تحقیقی علم کے بغیر تنقید محض خیالی بات بن کر رہ جاتی ہے''(۱۴)۔

4۔ **مشہور نقاد ویلک :**''۔۔۔۔کوئی ادبی تاریخ تنقید سے معرا نہیں ہوتی ۔ ادبی مؤرخ کا تنقید سے بے نیاز رہنا بالکل غلط ہے۔ ہر تخلیق، خواہ کل کی ہو خواہ ہزار برس پہلے کی ، کا تجزیہ اور قدر پیمائی تنقیدی اصول کی دست گیری کے بغیر ناممکن ہے۔ادبی مؤرخ بننے کے لیے نقاد بننا ضروری ہے۔ اسی طرح ادبی تنقید جیسے ہی موضوعی پسند ناپسند

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے آگے قدم رکھتی ہے، اس کے لیے ادبی تاریخ نہایت اہم ہو جاتی ہے۔ اگر نقاد تاریخی رشتوں سے ناواقف رہے تو اسے یہ بھی معلوم نہیں ہو گا کہ کون سی تخلیق طبع زاد (Origional) ہے اور کون سی ماخوذ''(۱۵)۔

5۔ **مشہور ہندی نقاد ڈاکٹر نگیندر [ناگیندر] نے ایک منفرد اسلوب کے ذریعہ سے تحقیق وتنقید کے باہمی ربط کو واضح کیا ہے، وہ کہتے ہیں:** ''تنقید میں تین ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونا پڑتا ہے۔

۱۔ اثر قبول کرنا

۲۔ تشریح وتجزیہ

۳۔ اور قدر وقیمت کا یقین یا فیصلہ۔

☆ تنقید میں فنی تخلیق کے مطالعہ سے دل میں پیدا ہونے والے تاثرات کا اظہار کیا جاتا ہے۔

☆ اس کے بعد تنقید ردعمل کے دلکش یا غیر دلکش ہونے کے اسباب کا تجزیہ کرتی ہے۔ وہ اس طرح کہ:

الف۔ جمالیات کے مطابق ہیئت کا،

ب۔ نفسیات کی روشنی میں فن کار اور قاری کی ذہنی کیفیات کا،

ج۔ اور سماجی علوم کی روشنی میں دونوں کی سماجی حالت کا تجزیہ کرکے یہ واضح کرتی ہے کہ کوئی فنی تخلیق قاری کو اچھی یا بری کیوں لگتی ہے۔

☆ آخر میں دونوں طریق عمل کی مدد سے فنی تخلیق کی قدر وقیمت متعین کی جاتی ہے۔ تنقید کی یہ تین منزلیں ہیں جن سے نقاد کو گزرنا ہی پڑتا ہے۔ نتائج میں اختلاف ہو سکتا ہے لیکن اچھی تنقید میں ان تینوں میں سے کسی کو بھی نظر انداز کرنا مشکل ہے''(۱۶)۔

اس بنیاد پر نگیندر تحقیق وتنقید میں مماثلت کی وجوہات کو بیان کرتے ہیں اور آگے چل کر نتیجے کے طور پر کہتے ہیں کہ:

''۱۔ دونوں ادب کی ذہنی شاخیں ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ دونوں کا عمل بہت کچھ مماثل ہے۔ یعنی حقائق کو پرکھنا، ترک واختیار اور استخراج نتائج''(۱۷)۔

6۔ ڈاکٹر بیج ناتھ سنگھل تحقیق وتنقید میں یوں مماثلت دکھاتے ہیں :

''۱۔ دونوں ادب کے شعبے ہیں ۔

۲۔ تنقید تخلیق کے جذبۂ حیات کا انکشاف کرتی ہے۔ تحقیق اسی جذبے کے پس پشت کام کرنے والے حقائق کا انکشاف کرتی ہے۔

۳۔ تنقید ان عوامل کو بھی تلاش کرتی ہے جن کے زیر اثر تخلیق ہوتی ہے اور اس طرح تحقیق کے نزدیک پہنچ جاتی ہے ۔

۴۔ دونوں حقائق پر نظر رکھتی ہیں۔

۵۔ دونوں میں تشریح تعبیر ، تاویل، جانچ پرکھ وغیرہ مشترک ہیں۔

۶۔ دونوں کا آخری مقصد ادب کو سماج کے لیے مفید ثابت کرنا ہے''(۱۸) ۔

7۔ مشہور نقاد ڈاکٹر سید عبداللہ کہتے ہیں:

الف۔ ''اب عام طور پر تحقیق کو (غلط طور پر) تنقید کی ضد سمجھ لیا گیا ہے ۔۔۔۔۔ایک خاص حد تک تنقید وتحقیق کے دائرہ ہائے عمل الگ الگ ہیں مگر کچھ ایسے دائرے بھی ہیں جن میں یہ دونوں ہم قدم وہم رکاب ہیں''(۱۹)۔

ب۔ پھر لکھتے ہیں :''ماحاصل یہ ہے کہ تنقید میں بھی تحقیق کے لیے کئی پہلو نکلتے ہیں اور تنقید کے لیے بھی تحقیق ایک لازمی سا عمل ہے''(۲۰)۔

ج۔ مضمون کے آخیر میں رقمطراز ہیں :''۔۔۔۔۔کوئی سچی تنقید تحقیق سے آنکھ نہیں چرا سکتی اور صرف تاریخ ہی نہیں حیات انسانی کی پوری تاریخ اس لپیٹ میں آتی ہے ، یہیں پہنچ کر تحقیق وتنقید ہم معنی سے الفاظ بن جاتے ہیں ۔کم ازکم دونوں کی باہمی بے تعلقی کا دعوی غلط ہی ثابت ہوتا ہے''(۲۱)۔

د۔ اپنی جانب سے دونوں کی ہم رکابی وہم آہنگی پرزور دینے کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :''میں نے تنقید وتحقیق کی ہم آہنگی وہم رکابی پرزیادہ زور اس لیے دیا ہے کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہماری تنقید میں تحقیق کی کمی کی وجہ سے بڑا نقصان ہو رہا ہے۔نقاد اگرچہ اس سے بے نیاز نہیں ہو سکتے مگر اس سے پہلو بچانے کے مرتکب ضرور ہوتے ہیں۔جس کی وجہ سے تن آسانی کی عادت بڑھ رہی ہے۔۔۔۔''(۲۲)۔

8۔ **ڈاکٹر وزیر آغا خان تحقیق وتنقید کے باہمی ربط کو یوں بیان کرتے ہیں :**

الف۔ ''دراصل تحقیق کا کام محض یہی نہیں کہ نئے مواد کو سامنے لائے بلکہ یہ بھی ہے کہ وہ مواد کی لسانی یا ادبی اہمیت کو بنیاد بنا کر ایسا کرے۔دوسرے لفظوں میں محقق کے لیے پہلے نقاد ہونا بہت ضروری ہے . . .''(۲۳)۔

ب۔ '' . . . تحقیق جس مواد کو دریافت کرتی ہے وہ اصلاً تنقید کے لیے کچے مواد(Raw Material) کی حیثیت رکھتا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ محقق اس مواد پر ایک تنقیدی نظر بھی ڈالے۔محض اس کی پیشکش تک ہی خود کو محدود نہ رکھے۔مراد یہ ہے کہ ''تحقیق برائے تحقیق'' کی اہمیت اپنی جگہ لیکن ''تحقیق برائے تنقید'' سے بے اعتنائی کی روش ناقابل فہم ہے''(۲۴)۔

ج۔ **اعتراضاً کہتے ہیں** :''ہمارے ہاں تحقیق اور تنقید کو بالعموم الگ الگ خانوں میں رکھا گیا ہے۔ اور جب کبھی ان کا آمنا سامنا ہوا ہے، تو ایک دوسرے پر بلا وجہ غرانے (غصے کی آواز نکالنے) لگی ہیں۔ یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ان دونوں کوایک دوسرے کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانا چاہیے''(۲۵)۔

د۔ **اس کے بعد لکھتے ہیں** :''بلکہ میرا تو یہ خیال ہے کہ ہر اچھی تحقیق میں تنقید مضمر ہوتی ہے اور اسی طرح ہر عمدہ تنقید میں تحقیق کے عناصر موجود ہوتے ہیں۔تحقیق کا کام ہے جستجو اور تنقید کا کام ہے استخراج اور انکشاف: ہر اچھا محقق یا نقاد بیک وقت جستجو اور انکشاف کے مراحل سے گزرتا ہے اور ان دونوں کی یکجائی کا منظر دکھاتا ہے۔جس تحریر میں یہ دونوں لخت لخت حالت میں موجود ہوں،یا ایک نظر آئے مگر دوسری غائب ہو،تو اس کی تنقیدی یا تحقیقی حیثیت مشکوک قرار پائے گی''(۲۶)۔

ر۔ **پھر لکھتے ہیں** :'' . . . تحقیق کا مطلب محض نئے مواد کی تلاش،متن کی تصحیح یا سنین کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درستی نہیں ہے۔ اس سے مراد محرکات کی تلاش اور تناظر کو نئی نئی شرح لائینوں کی مدد سے منور کرنا بھی ہے، مثلاً: جب کوئی نقاد کسی مصنف یا صنف ادب کو اس کے زمانے کے تناظر میں رکھ کر دیکھتا ہے، یا اس میں زمانے کی کروٹوں کو تلاش کرتا ہے، تو وہ بھی محقق ہی کا فریضہ انجام دیتا ہے''(۲۷)۔

9۔ **انتظار حسین کہتے ہیں**: ''تحقیق کے ساتھ تنقیدی شعور پیدا نہ ہو تو اس تحقیق کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا''(۲۸)۔

10۔ **مظہر علی سید رقمطراز ہیں**: ''تحقیق اور تنقید کا رابطہ محض اتنا نہیں کہ تحقیق، تنقید کے لیے مصالحہ فراہم کرتی ہے۔ یہ تو خادم و مخدوم کا رشتہ ہے . . . دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں . . . ہر محقق میں ایک جزوی نقاد اور ہر نقاد میں ایک جزوی محقق کا وجود لازم ہے . . . تحقیق اور تنقید کو اپنا تخصص اور تشخص قربان کیے بغیر ہمارے دور میں پہلے سے زیادہ باہم مربوط ہونا پڑے گا، ورنہ دونوں کے لیے اپنے وجود کو برقرار رکھنا دشوار ہو جائے گا''(۲۹)۔

11۔ **ڈاکٹر گیان چند دونوں کی ہم آہنگی کی وضاحت یوں کرتے ہیں**: ''۔۔۔۔تحقیق اور تنقید کا آخری مقصد ایک ہے :ادب کی معتبر تفہیم ۔دونوں ادبی تخلیقات کا مطالعہ کرتی ہیں ۔ دونوں قارئین کی رہبری کرتی ہیں ۔ دونوں ادیب اور ادب پارے سے متعلق خارجی معلومات سے استفادہ کرتی ہیں ۔تحقیق کا مقصد کسی ادیب یا اس کی تخلیقات کو صحت کے ساتھ جاننا ہے۔ اس طرح وہ تنقید کی حریف نہیں،معاون رفیق ہے . . .''(۳۰) ۔

مغربی ،ہندی اور مسلمان علماء کی آراء سے واضح طور پر پتہ چلتا ہے کہ :

۱۔ تحقیق وتنقید ہم آہنگ ہیں ۔

۲۔ دونوں لازم وملزوم ہیں ۔

۳۔ دونوں تشریحاتی و تجزیاتی کام انجام دیتی ہیں ۔

۴۔ دونوں میں حقیقتوں ،صداقتوں ،علتوں ،اسبابوں اور نتیجوں کو تلاش کیا جاتا ہے ۔

۵۔ دونوں میں اظہار رائے کا عمل مسلّم ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۶۔ دونوں کی عمدہ صلاحیت وبصیرت سے عمدہ تخلیقات وجود میں آتی ہیں ۔

۷۔ دونوں کے عمل کے لیے پہلے سے تخلیقات کا ہونا ضروری ہے۔

۸۔ دونوں کا عمل مساویانہ طور پر راہ نمائی کرنا ہے ۔

اس رجحان کے نمائندوں کی آراء کو سمیٹتے ہوئے ڈاکٹر وزیر آغا خان کے حسب ذیل اقتباس کو نقل کیا جاتا ہے تاکہ ڈاکٹر نگیندر کے مذکور اقتباس نمبر ۵ کو سمجھنے میں مزید آسانی پیدا ہو جائے : ''اصلاً تنقید کے تین مراحل ہیں :تلاش،تجزیہ،اور انکشاف :

۱۔ تلاش کا حصہ تحقیق کے زمرے میں آتا ہے۔

۲۔ تجزیہ میں تحقیق اور تنقید دونوں حصہ لیتی ہیں ۔

۳۔ اور انکشاف یا استخراج ایک خالص تنقیدی عمل ہے ۔

جب کوئی ان تینوں مراحل سے گزرنے میں کامیابی حاصل کرتا ہے تو اس کی تحریر مثالی حیثیت اختیار کرتی ہے، لیکن اگر وہ پہلے مرحلے پر رک جائے اور محض آخری مرحلے تک خود کو محدود کرلے، تو اسی نسبت سے اس پر محض محقق یا محض نقاد ہونے کا لیبل لگے گا'' (۳۱)۔

مختصر یہ کہ ''تنقیدی شعور کے بغیر تحقیق کا کام ادھورا اور تحقیقی تجربے کے بغیر تنقید یا فنی تاثر کے ساتھ انصاف ممکن نہیں''(۳۲)۔

دوسرا رجحان

پہلے رجحان کے مطابق ثابت ہوا کہ تحقیق وتنقید دونوں ہم آہنگ ہیں اور دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں جبکہ اس دوسرے رجحان کے مطابق تحقیق وتنقید میں اختلاف پایا جاتا ہے یعنی یہ دونوں ہم آہنگ ، ہم رکاب اور ایک دوسرے کے لیے لازم ملزوم نہیں ہیں ۔ ذیل میں اس رجحان کے نمائندوں کی چند مثالیں دلیل کے طور پیش کی جاتی ہیں :

1۔ ڈاکٹر نگیندر نے جہاں تحقیق وتنقید میں مماثلت کا اقرار کیا ہے وہاں انہوں نے دونوں میں اختلاف کا اظہار بھی کیا ہے اور یہ دلیلیں دی ہیں:

۱۔ دونوں ہم معنی الفاظ نہیں ہیں ۔تحقیق میں کھوج پر زیادہ زور دیا جاتا ہے اور تنقید میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانچنے اور پرکھنے پر۔(یہاں انھوں نے مادہ کے اختلاف کو بنیاد بنایا ہے)۔

۲۔ تحقیق کا مقصد علم میں اضافہ ہے ۔تنقید کا مقصد علم سے واقف کرانا ہے ۔

۳۔ تحقیق میں دریافت پر زور دیا جاتا ہے۔تنقید میں پرکھ پر۔

۴۔ تحقیق کی بہت سی شکلیں (نمونے) تنقید کے تحت نہیں آتیں۔تنقید کی بہت سی شکلیں تحقیق میں شمار نہیں کی جا سکتیں۔

۵۔ روح (آتما) کی تلاش اور ارث تنقید کے خواص ہیں،تحقیق میں ان کی اہمیت ثانوی ہے ۔

۶۔ تحقیق کا عمل سائنس کی طرح ہوتا ہے اور اس میں سائنسی معروضیت ہوتی ہے ،تنقید میں ان کی اہمیت ضمنی ہے (۳۳)۔

اس کے بعد کہتے ہیں:''میری رائے میں اعلیٰ تحقیق اعلیٰ تنقید سے مختلف نہیں...''(۳۴) ۔

لیکن اس کے بعد وہ اپنی غیر جانب داری چھوڑ کر اپنی ترجیح افشا کر دیتے ہیں۔ کہتے ہیں :'' . . . محض حقائق پر مبنی تحقیق ،تحقیق کی ابتدائی شکل ہے۔ اس لیے پست سطح کی ہے . . . بہتر تحقیق میں تنقیدی عنصر ہونا ضروری ہے''(۳۵)۔

2۔ **ڈاکٹر چندر بھان راویت اور ڈاکٹر رام کمار کھنڈیوال** :ان دونوں نے اپنی مشترکہ کتاب میں تحقیق وتنقید میں درج ذیل چھ طرح سے فرق بتایا ہے :

۱۔ نقاد اپنی ذاتی پسند تک محدود رہ کر لکھ سکتا ہے۔محقق ذاتی پسندیدگی سے اوپر اٹھ کر ہی کامیاب ہو سکتا ہے۔

۲۔ نقاد موضوعی (Subjective) رہ کر ہی لکھ سکتا ہے۔محقق کو معروضی رہنا ضروری ہے ۔

۳۔ محقق ایک مسئلہ پیش کرتا ہے اور اس کا ذہنی حل فراہم کرتا ہے۔ نقاد محض حقیقت کے انکشاف پر قانع ہو سکتا ہے۔ اس کے لیے حل پیش کرنا ضروری نہیں ۔

۴۔ محقق جملہ حقائق جمع کر کے ان کا تجزیہ کرتا ہے، نقاد کو جملہ حقائق پیشِ نظر رکھنا ضروری نہیں ۔

۵۔ نقاد کا اصلی کام تشریح وتاویل ہے ،محقق حقائق کی عملی طریقے سے تنظیم وگروہ بندی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتا ہے۔

۶۔ نقاد کا مقصود تخلیق کے تخلیقی عمل اور اظہار کو جمالیات پر پرکھنا ہے۔ محقق کا مقصود اب تک کے علم میں اضافہ کرنا ہے'' (۳۶)۔

3۔ ڈاکٹر بیج ناتھ سنگھل نے بھی دونوں میں فرق بتایا ہے اور اس فرق و اختلاف کی درج ذیل دس وجوہات بیان کی ہیں:

۱۔ تنقید سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ ادب کے لیے لگاؤ پیدا کرے گی۔ تحقیق سے یہ توقع نہیں۔

۲۔ تحقیق معلوم جان کاری (حقائق) کی بنیادوں پر نئے موقف قائم کرتی ہے۔

۳۔ تحقیق کا مقررہ سائنسی طریقہ ہے۔

۴۔ تحقیق بنیادی طور پر حقائق پر مبنی ہے۔

۵۔ تحقیق سائنس کی طرح اشیاء پر مبنی ہوتی ہے جبکہ تنقید اشخاص پر (اس سے اتفاق کرنا مشکل ہے)۔

۶۔ تحقیق تخلیق کے پسِ پشت اسرار کا انکشاف کرتی ہے۔ تنقید تخلیق کی ماہیت کا انکشاف کرتی ہے۔

۷۔ تحقیق کا موضوع پوشیدہ ہے یعنی مخفی کو برآمد کرنا ہے، تنقید کا موضوع منکشف ہے۔

۸۔ محقق اپنا کام شروع کرنے سے پہلے کوئی مفروضات قائم نہیں کر سکتا جبکہ تنقید میں اس کی ممانعت نہیں۔

۹۔ محقق کے سامنے پہلے سے مقررہ معیار نہیں ہوتا جبکہ تنقید کے پاس ہوتا ہے۔

۱۰۔ تحقیق کی زبان سائنسی اور غیر جذباتی ہوتی ہے (۳۷)۔

4۔ ڈاکٹر تلک سنگھ نے جہاں دونوں میں مماثلت بتائی ہے (جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے) وہاں فرق بھی بتایا ہے اور اس فرق کے تین سبب بیان کیے ہیں:

''۱۔ سب سے پہلا فرق معنوی ہے۔ شودھ (تحقیق) کے معنی خالص کرنا، سمیکشا (تنقید) کے معنی ہیں دیکھنا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ دونوں کا طریقہ مختلف ہے۔ تحقیق سائنس ہے، تنقید روح دار آرٹ ہے۔

۳۔ تنقید استخراج نتائج میں آزاد ہے۔ تحقیق آزاد نہیں" (۳۸)۔

5۔ محقق رشید حسن خان نے دونوں کو غیر مترادف قرار دیا ہے۔ کہتے ہیں: "تنقیدی صداقت تنقیدی تعبیرات کا نتیجہ ہوا کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک ہی مسئلے پر لوگ مختلف آراء رکھتے ہیں جب تحقیق میں اختلاف رائے کی اس طرح گنجائش نہیں ..... تنقید کے مقابلے میں تحقیق کا دائرہ کار محدود ہوتا ہے۔ تحقیق بنیادی حقائق کا تعین کرے گی اور ان کی مدد سے ایسے نتائج نکالے جا سکیں گے جن میں شک یا قیاس یا تاویل یا ذاتی رائے کا عمل دخل نہ ہو۔ لہٰذا نتائج میں جہاں سے تعبیرات کی کارفرمائی شروع ہو گی اور ان پر ذاتی رائے کا پیلاؤ شروع ہو گا وہاں تحقیق کی کارفرمائی ختم ہو جائے گی" (۳۹)۔

ان رجحان کے دائل سے ظاہر ہے کہ تحقیق و تنقید میں ہم آہنگی نہیں پائی جاتی یہ دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم نہیں ہیں۔

ترجیح

دوسرے رجحان کے نمائندوں کی آراء اپنی جگہ محترم ہیں مگر ان کے مقابلے میں پہلے رجحان کے نمائندوں کی آراء و دلیلیں زیادہ قوی ہیں کیونکہ عقل کے ساتھ ساتھ عصر حاضر کا بھی تقاضا ہے کہ علمی کام کرنے والوں کو تحقیق و تنقید دونوں سے کام لینا چاہیے کیونکہ دونوں میں سے صرف ایک پہلو کو اپنانے کی نسبت دونوں کو بیک وقت اپنانے میں فوائد زیادہ ہیں جن کی معرفت کے لیے قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی محققانہ و ناقدانہ کاوشوں کے ثمرات کو ذہن میں رکھنا چاہیے کہ انہوں نے کیسے کیسے عظیم اور ناقابل فراموش کارنامے انجام دیئے ہیں۔ ذیل میں اس سلسلہ کی چند ایسی مثالیں پیش کی جاتی ہیں جن میں تحقیق و تنقید ہم آہنگ ہیں:

تحقیق و تنقید سے مزین اسلامی کتب

۱۔ الفہرست از محمد بن اسحاق ابن ندیم (۳۸۰ھ یا ۳۸۵ھ یا ۳۹۰ھ) (۴۰)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کتاب میں مؤلف نے چوتھی صدی ہجری تک کے علوم وفنون، سیرورجال اور کتب ومصنفین وغیرہ کا استیعاب مختصر مگر جامع انداز میں کیا ہے، چنانچہ کتاب کے اردو مترجم محمد اسحاق بھٹی، اس کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں :

'' کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف بہت وسیع النظر اور بے انتہا معلومات کا حامل ہے۔ اس کی یہ کتاب کہنا چاہیے کہ[مسلم] دنیا کا پہلا کٹیلاگ اور فہرستِ کتب ومصنفین ہے اور اس کو رجال وتصنیفات کے باب میں اوّلیں مآخذ کا درجہ حاصل ہے۔۔۔''(۴۱)۔

جہاں تک اس میں تحقیق وتنقید کی ہم آہنگی کا تعلق ہے تو اس ضمن میں ڈاکٹر نجم الاسلام کے مضمون ''تحقیق کے روایتی اسلوب'' سے چند ایک اقتباسات ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں جن سے یہ حقیقت عیاں ہو جائے گی کہ یہ کتاب تحقیق وتنقید دونوں پہلوؤں پر ہے۔ وہ لکھتے ہیں :

۱۔ '' . . . ابن ندیم کی الفہرست تحقیقی کتابیات کا عظیم کارنامہ ہے۔ اس دور (یعنی چوتھی صدی ہجری) کے اندازِ تحقیق کو اس کتاب کی مدد سے بخوبی سمجھا جاسکتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔''۔

۲۔ ''. . . اس کے موضوعات ومباحث کثیر اور متنوع ہیں ۔ جن میں موقع بہ موقع اس نے تحقیق سے کام لے کر اپنی کتاب کو وقیع بنایا ہے۔ دوران مباحث سوال اٹھاتے جانا اور ان کا حل تلاش کرنا یا دوسرے لفظوں میں چھوٹے چھوٹے ہدف بنا کر اپنی معلومات کو زیادہ نتیجہ خیز بنانا اس کا طریقہ ہے''۔

۳۔ '' وہ تاریخیت کا لحاظ کرتا ہے۔ متعدد مباحث میں تمام قابل تنقیح مواد کا احاطہ کرتا ہے، مصنف کی لکھی ہوئی تحریر سے استناد کرتا ہے (ص۱۱تا۲۷) ، اپنی دیکھی ہوئی دستاویزات کی صراحت کرتا جاتا ہے (ص۱۴،۱۵) ، نتائج اخذ کر کے پیش کرتا جاتا ہے، بنیادی مآخذ کی اہمیت سے واقف ہے (ص۳۹)۔ تقابل اور تحقیق متن کی طرف بھی پوری طرح متوجہ ہے(ص۶۹)، اور کیوں نہ ہو کہ وہ خود وراق ہے(یعنی کتابوں کی تصحیح و ترتیب اور نقل وفروخت اس کا پیشہ تھا)(الفہرست (اردو) پیش لفظ ص ۳)''۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۔ ''وہ اختلافاتِ متن کی نشاندہی کے ساتھ ساتھ ناقلین کی کمزوریوں کو بھی ظاہر کرتا ہے، یہاں تک کہ خود کو بھی نہیں بخشا، چنانچہ ایک اختلافی بحث کا خاتمہ وہ اس جملے پر کرتا ہے کہ'' ہم نے ان کا یہ قول بغیر دیکھے ہی نقل کر دیا ہے (ص۶۹)۔ بہر کیف یہ ایک کمزوری ہے جس کا وہ خود معترف ہے گو کہ اس اعتراف میں بھی ایک احتیاط ہے اور یہی صورت'' الفہرست'' میں بعض دیگر مقامات پر بھی سامنے آتی ہے''۔

۵۔ '' وہ کہیں کہیں مجہول روایت اور رائے بھی نقل کرتا ہے مگر اس صورت میں کہ مثلاً دو معروف آراء یا روایات دیں تو ان کی مزید تائید میں ایک بے نام یا مجہول راوی کی روایت یا رائے بھی''۔

۶۔ '' کہیں وہ اپنی نارسائی کا صاف اعتراف کر لیتا ہے کہ فلاں بات معلوم نہ ہو سکی، یہ قابل تحقیق بات ہے۔ یہ اعتراف خود اس کے اعلیٰ ذوق تحقیق پر دال ہے اور کاش یہی چیز ہمارے آج کے طالبانِ تحقیق میں ایک راسخ روایت بن کر ابھر آتی ''۔

۷۔ '' ہم دیکھتے ہیں کہ ابن ندیم قدیم نوشتہ جات اور نادر الوجود تحریروں (ص۱۰۹) میں خاص دلچسپی رکھتا ہے ، سماعِ کتاب، استدراک ، متون میں خطا وتحریف کی نشاندہی (ص۱۱۴) کی اہمیت پر زور دیتا ہے۔ اس کا محتاط انداز ہے جو قدیم اندازِ تحقیق کی بہتر نمائندگی کرتا ہے. . . ''۔

۸۔ ''. . . صاف گوئی بھی اس میں ایسی ہے جو ہر محقق کے لیے باعث تحسین قرار پائے گی۔ چنانچہ اسماعیلیہ کے ایک کثیر الکتب مصنف کے بارے میں صراحت کرتا ہے کہ اس کی تصنیفات سب سے زیادہ ہیں کیونکہ جس کسی نے بھی کوئی کتاب لکھی اس کی جانب منسوب کر دی ، اس کی یہ تصنیفات احمقانہ ہیں جو موجود اور متداول ہیں ۔۔۔۔ اسی مصنف کی ایک اور کتاب پر صاف صاف رائے ظاہر کرتا ہے کہ یہ کتاب میں نے پڑھی ہے ، اس میں بڑی جسارت اور بیہودگی ہے یعنی اباحت محظورات ، شرائع اور متبعین شرائع کی توہین ہے''۔

۹۔ کتابوں میں جعل سازی کی نشاندہی کے بارے میں ابن ندیم خاصا مستعد ہے۔ کون

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سا جزء اصل مصنف کی تصنیف ہے، کون سے [illegible] اقوال کی [illegible] سازی ہیں، جعل سازی میں کس نے پہل کی، کون شریک تھا اور کتاب کے اجزائے ترکیبی کیا ہیں؟ اس طرح وہ سب پہلوؤں پر روشنی ڈالتا ہے (ص ۳۳۰)"۔

۱۰۔ "وہ ایک خاص مسلک کا پیرو ہے مگر کتابوں کی پہچان [illegible] کے ذیل میں اہم مسئلوں پر بھی بھرپور تنقید اور بے لاگ رائے کا اظہار کرتا ہے (ص ۲۳۹، ۳۴۳، ۵۱۹، ۵۲۷)۔

۱۱۔ وہ درایت اور تالیف میں مہارت اور [illegible] (ص ۳۳۱)

۱۲۔ وہ مصنفوں کے ذاتی کتب خانوں کی مدد سے خود ان ہی کی تالیفات میں اخذ و نقل کا سراغ لگانے کا قائل ہے، چنانچہ لکھتا ہے [illegible] خوصولی (ابو بکر صولی) کے کتب خانے میں اس شخص کا وہ مجموعہ دیکھا ہے [illegible] اس سے نقل کیا ہے [illegible] کی وجہ سے یہ رسوا ہوا ہے (ص ۳۴۸) (۴۲)۔

2۔ مقدمہ ابن خلدون (عبدالرحمٰن بن محمد بن خلدون)

علامہ ابن خلدون نے اپنی تاریخ کا جو مقدمہ لکھا ہے وہ تحقیق و تنقید دونوں کی ہم آہنگی و ہم رکابی کی انوکھی مثال ہے، وہ اس طرح کہ:

۱۔ وہ تاریخ کے حوالے سے کچھ اصول [illegible] بالوضاحت [illegible] کرتا ہے۔ پانچویں اپنے مقدمے میں۔ اس کا کہنا ہے کہ ضرورت ہے [illegible] مختلف علوم سے واقفیت حاصل کی جائے اور مورخ فکر صحیح اور گہری نظر بھی رکھتا ہو [illegible] وہ حق و صداقت کی راہ پا سکے اور لغزشوں اور اغلاط سے دامن بچا سکے، [illegible] میں [illegible] نقل پر نظر قاصر رکھی جائے اور اصول عادت، قواعد سیاست، طبیعت تمدن اور اجتماع انسانی [illegible] عادت کو پیش نظر نہ رکھا جائے اور نہ غائب وغیر موجود کو حاضر و موجود پر قیاس کیا جائے تو غلطی، لغزش قدم اور سچائی کے راستے سے ہٹ جانے کے خطرے سے نجات نہیں مل سکتی۔ چنانچہ اکثر و بیشتر مورخین، مفسرین اور ناقلین نقل حکایات و وقائع میں غلطیوں کے شکار ہو گئے ہیں۔ محض اس لیے کہ انھوں نے صرف نقل پر بھروسہ کیا، خواہ وہ قابل [illegible] ہو یا قابل قبول اور ان کو نہ اصول پر کسا، نہ ان کے متشابہات پر قیاس کیا، نہ معیار [illegible] اور [illegible] کی واقفیت پر ان کو پرکھا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور جانچا اور نہ اخبار پر گہری نظر ڈالی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حق سے بہک گئے اور وہم وغلطی کے جنگل میں بھٹکتے پھرے۔ خصوصاً جبکہ حکایات میں مالوں اور فوجوں کے شمار اور گنتی کی نوبت آئی کیونکہ حکایات میں جھوٹ اور غلط بیانی کی بڑی گنجائش ہے۔ اس لیے ضرور ہے کہ ان کو اصول پر جانچیں اور قواعد پر پرکھیں (ص۳۹)۔

۲۔ وہ کہتا ہے کہ انسان طبعاً عجیب بات کہنے کا دلدادہ ہے اور اعتراض یا تنقید سے غفلت برتتے ہوئے اس کو جلد زبان پر لے آنے کا عادی ہے۔ وہ نفس کی بھول چوک یا اس کے ارادے پر اس کی جانچ پڑتال نہیں کرتا اور وہ نقل خبر میں واسطے یا چھان بین سے سروکار نہیں رکھتا اور خبروں کو بحث وتمحیص کی کسوٹی پر نہیں کستا۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ زبان کی لگام کو ڈھیل دے دیتا ہے اور اس کو جھوٹ کے میدان میں خوب آزادی بخشتا ہے ۔ اس طرح وہ اللہ کی آیات کا مذاق بناتا ہے اور لغو باتوں کی اشاعت کرکے دوسروں کو گمراہ کرتا ہے (۴۱) . . . لہذا اس قسم کی خبریں جب تم تک پہنچیں تو فوراً باور نہ کرو بلکہ غور وفکر کرو اور قوانین صحیحہ پر ان کو پرکھو اور جانچو۔ حقیقت حال تم پر روشن ہو جائے گی اور اللہ ہی راہ حق دکھانے والا ہے (۴۳)۔

۳۔ وہ صراحت کرتا ہے کہ کتب تاریخ میں بے ہودہ حکایات گھڑنے اور بنانے کا راز یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ناقلین خود ناجائز لذتوں میں پھنسے ہوئے تھے اور دوسروں کی پردہ دری کیا کرتے تھے (ص۵۱)۔

۴۔ اس کے نزدیک مؤرخ کے لیے لابدی (ضروری) ہے کہ وہ ملکی سیاسی قواعد اور موجودات کے طبائع سے واقفیت رکھتا ہو۔ قومیں اور زمین وزمان، عادات واخلاق، سیرت وخصلت، مذہب وملت اور دیگر حالات میں جن انقلابی دوروں سے گذرتی رہتی ہیں ان سے بھی وہ شناسا ہو، نیز قابلیت رکھتا ہو کہ حاضر وموجود کو غائب وغیر موجود سے ملا کر دیکھے کہ ان میں اتفاق ہے یا اختلاف۔ اتفاق کی بھی علت تلاش کرے اور اختلاف کی بھی وجہ دریافت کرے اور سلطنتوں اور قوموں کے اصول، ان کی ابتدا اور ان کے حدوث کے اسباب و دواعی کی معلومات بھی بہم پہنچائے اور جو اشخاص ان امور میں ذمے دارانہ شخصیت رکھتے ہوں ان کے حالات و اخبار سے بھی شناسائی رکھتا ہو تاکہ وہ ان معلومات کے تحت ہر خبر کے سبب کا سراغ لگا سکے اور جو خبر اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تک نقل ہو کر پہنچی ہے اگر وہ اس کے قواعد و اصول پر پوری اترتی ہے تو اس کو صحیح جانے ورنہ اس کو کھوٹی اور جھوٹی جان کر نظر انداز کر دے (ص۵۸)۔

۵۔ وہ اس امر پر بہت زور دیتا ہے کہ اہل عالم اور قوموں کے حالات وعادات اور مذہب ایک نہج و وطیرہ پر نہیں چلتے رہتے بلکہ اختلاف ایام وزمانہ کے ساتھ ساتھ وہ بھی ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف بدلتے رہتے ہیں۔ جس طرح لوگ اور آبادیاں ایک حالت پر برقرار نہیں رہتیں ، اسی طرح سطح زمین، زمانہ اور سلطنتوں کو بھی ثبات وقرار نہیں۔ اللہ کی یہی عادت اپنے بندوں میں جاری ہے (ص۵۹)۔ جو اس کا لحاظ رکھے گا تاریخی تحقیق میں ایک غلطی کے سرزد ہونے سے بچ جائے گا۔

یہ بھی اسی کا قول ہے کہ جس چیز کو لوگوں نے نہ دیکھا ہو اس کی خبر کو بے دھڑک جھٹلا بیٹھتے ہیں، بالکل جس طرح عجوبہ پسندی کی وجہ سے اکثر ناممکن باتوں کو لوگ مان لیا کرتے ہیں۔ پس انسان کے لیے مناسب یہی ہے ہے کہ ہر خبر و روایت کو اصول پر پرکھے اور جانچے اور بے لوث ہو کر عقل سلیم وطبع مستقیم سے ممکن وممتنع میں صحیح فرق وتمیز کرے، جو دائرہ امکان میں ہو اس کو قبولیت کا درجہ دے اور جو اس سے خارج ہو، اس کو رد کر دے۔ مگر یہاں امکان سے مراد امکان عقلی نہیں جس کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ کیونکہ وہ واقعات میں کوئی حد قائم نہیں کر سکتا۔ بلکہ اس سے مراد امکان مادی ہے یعنی جب ہم کسی شے کی جنس وصفت، مقدار عظمت وقوت کا پتا لگالیں تو پھر اسی نسبت سے اس کے حالات پر حکم لگائیں اور جو مذکورہ بالا امور سے خارج و زائد معلوم ہو اس کو ممتنع جانیں (ص۲۰۹)(۴۳)۔

3۔ تاریخ التراث العربی از پروفیسر فواد سزگین

عالم اسلام کے معروف سکالر ہیں ۔ ان کی یہ کتاب اصل میں جرمن زبان میں ہے ، جسے عربی میں ترجمہ کرکے اس نام سے شائع کیا گیا ہے۔''ان کی یہ تالیف بلاشبہ علوم وادب اسلامی کی تاریخ کے لیے ایک نہایت مبسوط ومستند ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے مگر پہلی جلد میں علم حدیث پر ان کا مقدمہ اس لیے خصوصی اہمیت رکھتا ہے کہ اس میں حدیث بالخصوص تاریخ تدوین حدیث کے بارے میں Goldziher کے نظریات کا مدلل تحقیقی وتنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔۔۔''(۴۴)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

4۔ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم از شبلی نعمانیؒ

اردو میں یہ کتاب اور بالخصوص اس کی پہلی جلد میں علامہؒ کا مقدمہ سیرت نگاری پر تحقیق و تنقید کا ایک عظیم و بے مثل شاہکار ہے۔" اس مقدمے میں انہوں نے سلسلہ روایات کو اسلامی تاریخ کے تناظر میں علمائے سلف کے مقرر کردہ اصول کے مطابق پیش کیا، بے اعتدالی اور قیاس آرائی سے پرہیز کیا اور عقلی اصولوں سے کام لیتے ہوئے حقائق کا سراغ لگانے کی تلقین کی، سلسلہء روایات کی تنقید کی اور ان اصولوں کی توضیحات پیش کیں جو محققین کے لیے آج تک مشعل راہ ہیں۔ مولانا کے پیش نظر وہ اصول تحقیق ہیں جن کا بہترین نمونہ احادیث کی تدوین میں نظر آتا ہے۔ انہوں نے مقدمے میں محدثین کے اصول روایت ودرایت کی توضیح کی ہے اور اس کے ساتھ ہی موضوعات کے مسئلے کو بھی مناسب اہمیت دی ہے، اور ملا علی قاری کے اصولِ موضوعات کی نہ صرف نکتہ بہ نکتہ توضیح کی ہے بلکہ مثالیں دے کر ان تحقیقی اصولوں کے انطباق کی تشریح بھی کی ہے جس سے ہمارے آج کے نوجوان محققین بیانات کی تحقیق کا فن سیکھ سکتے ہیں۔ مولانا شبلی نے نقد وجرح اور روایت ودرایت کے تمام محدثانہ تحقیقی اصولوں سے کام لیتے ہوئے سیرۃ النبی ﷺ مرتب کی ہے۔

مولانا شبلی واقعات میں سلسلہء علت ومعلول قائم کرتے ہیں اور واقعے کی نوعیت کے لحاظ سے شہادت کے معیار کو قائم کرتے ہیں۔ جرح وتعدیل کے وضع کردہ اصولوں پر زور دیتے ہیں اور تاریخ وروایت میں حوالہء اسناد کو مقدم سمجھتے ہیں۔ مولانا نے آئندہ کام کرنے والوں کے لیے واقعات کی تحقیق، ترتیب، اور اخذِ نتائج کا نہایت اعلیٰ معیار قائم کیا ہے۔ ان سب باتوں پر مستزاد مولانا کا طرز تحریر ہے۔ ان کا اسلوب بیان نہایت شگفتہ اور دلکش ہے۔ وہ فصاحت وبلاغت کے اصول جانتے ہیں اور تحقیقی مسائل پر اس فن کی مناسبت سے زبان استعمال کرتے ہیں۔ غرض کہ یہ مقدمہ معلومات ومباحث کے لحاظ سے تحقیقی اصول وطریق کار پر ایک سند کی حیثیت رکھتا ہے(۴۵)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ